بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

محدث

دہلی

نمبر ۸	ماہ دسمبر ۱۹۳۶ء مطابق ماہ رمضان المبارک ۱۳۵۵ھ	جلد ۴

اُستادِ شعراء حضرت نواب سراج الدین احمد خانصاحب سائل کی مسدس

مدرسہ دارالحدیث رحمانیہ دہلی کے امسال کے جلسے کے موقعہ پر دہلی کے مشہور انشاپرداز شاعرِ بے بدل و نکتہ سنج بے مثل حضرت نواب سراج الدین احمد خاں صاحب المتخلص بہ سائل نے اپنی ایک نہایت شستہ اور برجستہ مسدس سنائی تھی جو ہدیہ ناظرین کر توحید وسنت اور مومن کے سراپا کا بیان اس نظم میں جس خوبی سے کیا گیا ہے وہ نواب صاحب ہی کا حصہ ہے جزاہم اللہ

واقف تو ہوں گے آپ بھی سائل کے نام سے — رنگ لباس ووضع سے طرز کلام سے
مشہد ہے اُس غریب کے جائے قیام سے — نسبت ہے اُس کو امت خیرالانام سے
حاضر ہیں ہو گیا زرہ امتثالِ امر
میری مجال تھی جو نہ رکھتا خیالِ امر

ثاقب کا نور دیدہ ہوں رخشاں کا نور عین — غالب کا نورِ چشم ہوں طالب کے دل کا چین
تلمیذ داغ بزم سخن کا ہوں زیب وزین — لیکن ہے شاعری کی مری اس سے غیر لین
جادہ مرے سخن کا ہے کچھ یہ مقام کچھ
آتا ہے کام کچھ مجھے لیتے ہو کام کچھ

اس انجمن میں خوف ہے میری ہنسی نہ ہو — بے جا کسی کلام پہ کچھ دل لگی نہ ہو

احباب کو ملال عدو کو خوشی نہ ہو جھجکوں نہ اُس سے کسلئے جو بات کی نہ ہو

خالق کے ہاتھ بات ہے مجھ روسیاہ کی
تائید چاہتا ہوں میں فضل الٰہ کی

شکر خدائے پاک کہ منھ میں زبان ہے احسان حق زبان ہے اور اسمیں جان ہے
اور جان وہ کہ جس میں سخن کی بھی آن ہے اُس آن میں خدا کے کرم سے وہ شان ہے

جس شان میں قبول کی شانیں خدا نے دیں
شانیں وہ جن میں سحر کی آنیں خدا نے دیں

واجب ہے حمد خالق کون و مکاں کروں عنوان میں جو چاہیے تھا وہ بیاں کروں
عاجز بیاں ہو تو ہو لیکن بیاں کروں مسرور اہل زہد کی روح رواں کروں

کچھ لوں دعائیں صاحب ام الکتاب سے
داد کلام لیکے ٹلوں شیخ و شاب سے

ساقی شراب کوثر و تسنیم کی پلا حمد خدائے پاک کا جب آئے گا مزا
کر بے خود سرور مے وحدت و فنا حق حمد کا نہ ہوگا تو ہو جائے گا ادا

اتنی پلا کہ نشہ صہبا سے چور ہوں
مستوجب عنایت رب غفور ہوں

یہ کائنات دہر یہ بستانِ پر فضا کس نے کیا ہے خلق بجز ذات کبریا
مظہر ہے کون مظہر عالم کا جز خدا وہ مستحق حمد ہے مستوجبِ ثنا

ہر شے میں اس کا نور ہے اس کا ظہور ہے
انساں کے وہ پاس ہے یہ اُس سے دور ہے

سر کیوں نہ صرف سجدۂ ذاتِ قدیم ہو افضال جس کے عام ہوں رحمت عمیم ہو
جس سے امید بخشش جرم عظیم ہو جس کا علم جہاں میں رحیم و کریم ہو

قابل سجود کے وہی اک ذات پاک ہے
کونین میں اسی کی خدائی کی دھاک ہے

معبود پاک خالق جزو کل جہاں لیتی ہے جس کے نام سے کیا کیا مزے زباں
تسبیح اس کی پڑھتے ہیں ذرات انس و جاں جس پر وہ مہرباں ہو کل اسپہ مہرباں

اس کے نثار اُس کے نبی پر فدا رہو
طاعت گزار حکم رسولِ خدا رہو

تیرہ صدی سے جس کی ہے دنیا میں دھوم دھام
وہ پیشوائے خلق ہے مخلوق کا امام
ختم الرسل خطاب، محمد ہے اس کا نام
ہم آپ جتنے بیٹھے ہیں اُسکے ہیں سب غلام
تکوینِ کائنات کا اصلی سبب ہے وہ
سب جانتے ہیں حامیِ روزِ تعب ہے وہ

لازم ہے اس کے نام پہ پڑھنا درود کا
وہ خاصہ حبیب ہے ربِ ودود کا
پاس و لحاظ چاہئے ان دو قیود کا
یہ مستحق درود کا حق ہے سجود کا
جس انجمن میں ذکر و خیال رسول ہو
صلِّ علیٰ رسولؐ و آلِ رسول ہو

حمدِ خدا و نعت پیمبر ہے وہ مقام
جو نظم و نثر میں کبھی ہوتا نہیں تمام
گر عمر بھر لکھے کوئی از صبح تا بہ شام
ممکن نہیں کہ اس کا ہو پایان و اختتام
اتنا ضرور ہے یہ توشہ معاد کا
مداح کو دکھاتا ہے چہرہ مراد کا

توفیق دے خدا تو مرا کلک دو زباں
ایسے ہی نیک کاموں میں ذرات ہو رواں
بے دعوت و طلب کے پہنچ جاؤں میں وہاں
جس جا ہوں جمع دین کے علامہ جہاں
ناسازیوں سے صحت کی چارہ نہیں مجھے
دل شکنی دوستوں کی گوارہ نہیں مجھے

دیں کے چمن میں آ گیا جوشِ بہارِ دیں
چاروں طرف ہے میرے کھلا لالہ زارِ دیں
ہے فرد فرد دیں کا یہاں پاسدارِ دیں
احسان تیرا دیں پہ ہے پروردگارِ دیں
تیرے کرم کے فضل کے امیدوار ہیں
صدقہ ترے حبیب کے تیرے نثار ہیں

تیری ثنا و حمد ہے اپنی مرادِ دل
وابستہ تیری عون سے ہے اعتقادِ دل
ایاک نستعین ہے ورد و دادِ دل
جچتے ہے ماسوا کے نہیں اتحادِ دل
تیرا وظیفہ لب پہ ہے تو ہے نگینِ دل
اپنا ہے دل مکان ترا تو مکینِ دل

مومن کا بال بال ہے توحید کا گواہ
جز ذات لاشریک لہ الحمد للہ
تیرے ہی در کا عرف ہے دنیا میں دیں پناہ
تیرے ہی آستانے کا پتھر ہے سجدہ گاہ
یہ سرنشیں ہوا ہے اسی اعتماد سے

بے بہرہ ور حجاب حرم کی مداد سے

پیشانی کو سجود کا حاصل ہے افتخار   دہلیز پر تری ہی گھسی ہے بار بار
داغ اُس پہ بندگی کا تری ہی وہ پُربہار   رکھتا ہے اہل دین کے دلوں میں جو اقتدار
جھکتی ہے تیرے نام کو سُنکر جبینِ دل
ہما کے خط ہیں رشتۂ حبل المتینِ دل

ابروئے دیندار ترے روبرو ہے خم   اجزائے سر میں یوں اسے سمجھا ہے محترم
محراب کعبہ ہوگیا تشبیہ میں علم   مرتاض اس کو کرتے ہیں تیغ کماں رقم
محبوبِ دیندار ہے کافر کو دشمن ہے
الحاد کے لہو کی یہ شمشیر تشنہ ہے

دیدے ہیں مست بادۂ توحید سے یہ دو   ہیں اشک ریز جلوے کی پوشید سے یہ دو
پرنور دیکھیں ہوتے ہیں کب دید سے یہ دو   لو ہیں لگائے وعدہ کی امید سے یہ دو
بیدار با خشوع رہتے ہیں رات دن
شاہد ہیں ان کے گریے کے ساتوں کے سات دن

بینی بھی ہے مقلد سیمائے سجدہ ریز   یہ بھی جبیں سے کم نہیں طاعت میں تیری تیز
پاس نفس کی گنتی سے کرتی نہیں گریز   سجدہ میں یہ بھی کرتی ہے خاشاک سے ستیز
اس کو بھی آس سجدۂ سنگِ حرم کی ہے
حقدار یہ بھی بزمِ شمیم ارم کی ہے

خاموش دونوں لب نہیں مذکور سے ترے   فارغ نہیں تلفظ منشور سے ترے
صرف ثنا مکارم موفور سے ترے   واقف ہیں دونوں دیں کے دستور سے ترے
شغل ان کا رات دن تری تسبیح ذات ہے
ایمان کی برات لبوں کی یہ بات ہے

وردِ زباں ہے کلمہ توحید رات دن   جنبش سے اس کی خاطر مومن ہے مطمئن
رٹتے اسے سوا ہوا ستر سے میرا سن   اک لمحہ چین پڑتا نہیں دل کو اس کے بن
ایمان کی بنا یہی تکمیل ہے یہی
مومن زباں کا قال یہی قیل ہے یہی

عنبر شمیم ذکر سے تیرے دہان ہے   تیرے سپاس و حمد سے رطب اللسان ہے
تیری ہی ذات مالک کون و مکان ہے   ظنی نہیں یقین سے یہ اس کا بیان ہے

إیّاکَ نَعبُدُ ہی بریت کی راہ ہے
جز ذات پاک اشہد ان لا الٰہ ہے

رخسار اہل دین کے ہیں غیرت دہ قمر — تنویر اُن کی جلوۂ طاعت کا ہے اثر
گریہ کا ذوق رکھتا ہے اشکوں سے انکو تر — رہتی ہے انکی رحمت حق کی طرف نظر
گل ہیں ریاض طاعت پروردگار کے
محتاج یہ نہیں ہیں بناؤ سنگھار کے

مصروف حق کے بندے کے رہتے ہیں دونو کان — سنتے ہیں نام پاک کے یا نغمۂ اذان
تا یہ جھکائیں جا کے مصلّے پہ فرقدان — ہو وقت پر زباں سے ادا شکر امتنان
کر لیں ادا فریضے صلوٰۃ و سلام کے
ہوں مقتدی نماز میں جا کر امام کے

گردن فراز امت خیر الانام ہے — جھکتی ہے اُس کے آگے خدا جسکا نام ہے
جس کا وظیفہ ورد زباں صبح و شام ہے — جس کی یہ کائنات نظر میں تمام ہے
توحید اس کا مشرب و ملت رہا مدام
کلمہ کو لاشریک کے اُس نے پڑھا مدام

ایمان کا کنز سینہ مومن سے ہے مراد — یا سمجھو یہ صحیفۂ آئین انقیاد
جو کلمہ گو ہے اس کا اُسی پر ہے اعتقاد — تنزیہ اس کی کرتی ہے تزئین کو زیاد
ہاں نفس کا ظرف اگر ہے تو سینہ ہے
سینہ کا جو بطون ہے وہ آبگینہ ہے

یہ آبگینہ رکھتا ہے اک آبگینہ اور — دیندار اس کی رکھتا ہے ہر وقت فکر و غور
نیت میں اس کی رہتے ہیں نیکی بدی کے طور — قابو میں جب یہ آتا ہے جب نفس پر ہو جور
توفیق حق مساعد بندہ اگر رہے
اس کے صفا پہ بندہ حق کی نظر رہے

منعم کو ہاتھ حق نے دیئے ہیں پئے نوال — مفلس کو کرتے رہتے ہیں شرمندہ سوال
مرتا ہمیں اٹھاکے کہتے ہیں یا رب لایزال — اپنے نبی کے دین سے رکھ دور تر زوال
اقبال کو معین حمیت کو یار کر
بحر الم سے بیڑے کو مومن کے پار کر

پاؤں بنے ہیں سعی قیام و قعود کو — یہ راہ چلنے کے لئے ہیں سمجھ لو وجود کو

دیتے ہیں عون سالک راہ ودود کو — گر بھولتے نہ پائے بشر ہست و بود کو

ہو گام زن مدام رہِ مستقیم پر
اپنی کمر کو باندھ کے خیرِ عمیم پر

خیرِ عمیم کیا ہے بتادیگی شرع دیں — جس کا ذخیرہ خیر سے موجود ہے یہیں
پرنور جس کی سجدے سے ہے جبیں — اس کو جزائیں خیر کی دے رب عالمیں

ایثار جس کا مشغلہ صبح و شام ہے
رحمانیہ کی وجہ سے مشہور عام ہے

رحمن کی عطا کا ہے باخیر ہاتھ یہ — نادان گو سمجھ لیں تملق کی بات یہ
علم حدیث و فقہ کی شیدا ہے ذات یہ — پیش نگاہ مجمع دیں کی برات یہ

اس کی سلامتی کی دعائیں کیا کرے
حق سے جزا دعاؤں کی اپنی لیا کرے

سائل ہے ایک دہلی میں مشہور بے نوا — حاضر طلب پہ ہو گیا دینے اسے دعا
ہے مشتمل دعاؤں سے اسکی یہ اک صدا — اس کا بھلا ہو چاہے جو مخلوق کا بھلا

نبا سمیت مدرسہ رحمانیہ رہے
تا دیر خیر شرع نبی جاریہ رہے

مصنفہ ابوالمعظم سراج الدین احمد خاں سائل تخلص متوطن دہلی غفرلہ ۲۴ اکتوبر ۱۹۳۶ء

مدرسہ دار الحدیث رحمانیہ کے امسال کے آٹھویں جماعت کے پاس شدہ طلبہ کا

وہ بیان جو انھوں نے متفقہ طور پر مدرسہ کے سالانہ جلسے میں پڑھکر پبلک کو سنایا تھا (مدیر)

پنجسالہ ذاتی تجربات اور عینی مشاہدات

از قلم عبد الجلیل رحمانی دار الحدیث رحمانیہ دہلی

حضرات! ایک زمانہ وہ بھی تھا جبکہ فلسفۂ یونان کے واحد قدردان صرف مسلمان ہی سمجھے جاتے تھے۔ ارسطو، اور افلاطون کے دفائن علیہ پر مسلمان ہی قابض تھے، امیر المومنین کے دربار خلافت میں ذخائر علمیہ اور فنون حکمیہ کے چھکڑے اونٹوں پر لدے ہوئے ریلے کے ریلے چلے آتے تھے۔ ہمارے ہی علوم و فنون کا پرچم بغداد۔ مصر۔ اسپین۔ اندلس اور سسل کی چوٹیوں پر لہراتا تھا، تہذیب نو کے سرمستوں اور ان مدعیان علوم و فنون کے کتب خانوں کو دیکھو ہمارے ہی اسلاف کے